قرآن وسنت کی روشنی میں شاتم رسول ﷺ اور اس کے سرپرستوں کیخلاف پرامن احتجاج کی مخالفت
اور پر تشدد احتجاج کے فرض عین ہونے کا حکم واضح کرنے والی کتاب کا اردو ترجمہ

محبت رسول ﷺ کے دعویدارو!

کہاں ہو تم

شاتم رسول ﷺ کی گردن اڑانے والی سنت کی اتباع کرنے سے ؟

" The Dust will Never Settle Down "

"یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا"

موکف: شیخ المجاہد انور العولقی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت رسول ﷺ کے دعویدارو!

کہاں ہو تم شاتم رسول کی گردن اڑانے والی سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنے سے...؟

شیخ المجاہد انور العولقی رحمہ اللہ کی کتاب

The Dust Will Never Settle Down

”یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا“

فہرست

موضوع	صفحہ نمبر

تقدیم

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد:

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ کا شمار یمن کے ان علمائے حق میں ہوتا ہے جو شجاعت وجرأت اور حق گوئی کی مثال ہیں۔ آپ امریکا کے شہر نیو میکسیکو (New Mexico) میں پیدا ہوئے۔ دینی تربیت کے لئے والدین بچپن میں ہی یمن لے گئے جہاں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ یمن کے نامور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ قراءت، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس امریکا آ گئے جہاں مختلف شہروں کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اسی دوران آپ نے امریکا میں ہی سول انجینئرنگ میں بی ایس کیا، اس کے بعد سانڈیاگو (San Diego) یونیورسٹی سے ایجوکیشنل لیڈرشپ میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد واشنگٹن (Washington) چلے گئے جہاں دارالہجرت اسلامک سینٹر کی سربراہی کے فرائض انجام دیئے۔ شیخ رحمہ اللہ سیرت نبوی ﷺ کو بیان کرکے اس کی روشنی میں موجودہ حالات کا اس قدر عمدہ انداز میں جائزہ لیتے کہ مجاہدین اور جہاد سے محبت کرنے والے ان کے پیچھے خطبہ جمعہ اور نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ نائن الیون کے دن پینٹاگون سے جہاز ٹکرانے والے دو ہائی جیکر نواف حازمی اور خالد محضار رحمہما اللہ امریکہ آکر شیخ کے خطبے ودروس اور ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے تھے۔ شیخ امام انور العولقی امریکہ میں ہونے کے باوجود کلمہ حق اس قدر کہتے تھے کہ ان کی دعوت پر امریکی میجر نضال حسن نے امریکی فوج کیخلاف جہاد کا علم بلند کرتے ہوئے 13 سے زائد امریکی فوجیوں کو ہلاک کردیا۔ نیز شیخ کی دعوت پر کئی مسلمانوں نے جہاد کا راستہ اختیار کیا اور امریکہ و مغرب کیخلاف جہادی کارروائیاں سرانجام دیں۔ امریکہ نے شیخ انور العولقی کو گرفتار کرنے کے لیے سازشیں کرنے اور ان کا دائرہ تنگ کرنا شروع کردیا۔ شیخ انور العولقی نے حالات کو بھانپتے ہوئے یہ سمجھ لیا کہ اب وہ وقت آچکا ہے کہ مقامی مسلمانوں کو دارالکفر سے مسلم سرزمینوں کی طرف ہجرت کرجانی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ

نے امریکا کی سرزمین کو چھوڑا اور اپنے وطن "شبوہ" (یمن) واپس تشریف لے آئے۔ یمن واپسی کے بعد صنعا کی معروف دینی درسگاہ جامعۃ الایمان میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳، اگست ۲۰۰۶ کو یمن کی خفیہ ایجنسیوں نے امریکی اشارے پر آپ کو گرفتار کر لیا لیکن کوئی جرم ثابت نہ ہونے کی بنا پر آپ کو پندرہ ماہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ حراست کے دوران امریکی خفیہ اہلکار بھی آپ سے تفتیش کرتے رہے۔ شیخ انور کہتے ہیں کہ گرفتاری کے ایام کئی اعتبار سے میری زندگی کے سب سے بہترین ایّام تھے، یہ گرفتاری مجھ پر اللہ کا خاص فضل تھا جس کی بدولت میں نے اس عرصے میں فرصت سے اتنا کچھ پڑھا اور سیکھا جو شاید زندگی بھر نہ سیکھ پاتا۔

شیخ انور کی بہت معرکۃ الآرء کتابیں اور لیکچرز منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جو اپنے مدلل اور منطقی اسلوب کے باعث بے حد مقبول ہیں۔ آپ یمن اور افریقی علاقوں میں مجاہدین کے ہم نوا اور جہاد کے سب سے بڑے داعی بن کے ابھرے ہیں، اہل جہاد کے ہاں ان کی خاص عزت و تکریم پائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کے ان کا علم مجاہدین کے لیے بہت بڑی ڈھال ثابت ہو رہا ہے۔

جب دشمنانِ دین ڈنمارک اور مغربی ممالک نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں نعوذ باللہ استہزائیہ کارٹون شائع کرنا شروع کیے اور توہینِ رسالت ﷺ کے ذریعے اہل ایمان کے مرکز محبت پر حملہ آور ہوئے تو شیخ انور نے کفار کی ان چیرہ دستیوں کے خلاف مدلل اور مضبوط خطبہ دیا، اس خطبے میں مسلمانوں کو اس حوالے سے ان کی شرعی ذمّہ داریوں سے آگاہ کیا، نیز ان دانشوروں اور علماء سوء کا بھی مُسکت جواب دیا جو ہر ایسے موقع پر اہل ایمان کو جرأت وبسالت کا سبق دینے کی بجائے بے شرمی و بے غیرتی کا زہر پلاتے ہیں۔ جمہوریت پسند، لبرل اور سیکولر حلقے تو ظاہر ہے توہینِ رسالت پر جہادی ردعمل اور گستاخوں کے قتل کے خلاف خوب زہر اُگل رہے ہیں البتہ بعض مذہبی حلقوں میں بھی توہینِ رسالت پر متشددانہ ردعمل کے حوالے سے ابہامات پائے جاتے ہیں۔ اس خطبے میں انہی باتوں کا بھی جواب آ گیا ہے۔

انصار اللہ اردو اس خطبے کو کتابی شکل میں ایک ایسے وقت میں نشر کر رہا ہے، جب امریکہ نے گستاخانہ خاکوں سے بھی بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے ہوئے ایک ایسی فلم بنا ڈالی جو پیغمبر اسلام محمد ﷺ کے

حوالے سے یہود و نصاریٰ کی تمام بیہودہ بکواسات کا ملغوبہ ہے اور جسے بیان کرنے سے کسی بھی مہذب انسان کی زبان قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع بنادے اور ہمیں ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی عزت اور حرمت کا صحیح معنوں میں پاسبانی کرنے والا بنادے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، سلامتی اور برکتیں ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ، ان کے صالح اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین پر۔

کفار رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے کے لئے جو جواز پیش کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا تو مکہ یا مدینہ کے کسی بڑے رئیس یا سردار کو کیوں نہ بناتا، تا کہ لوگ اس کی بات توجہ سے سنتے اور اس کے اثر و رسوخ اور معاشرے میں اس کے مقام کی وجہ سے جلد اس کے مطیع ہو جاتے۔ ان کی اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کچھ یوں ذکر کیا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

"اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے۔" (الزخرف:۳۱)

یہ کفار کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

"اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔" (الانعام:۱۲۴)

کفار کی طرف سے بتائے گئے رسالت کے مجوزہ امیدواروں میں ایک عروہ بن مسعود ثقفی تھے، جن کا تعلق طائف سے تھا۔ برسوں بعد ایک مہم میں کفار مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بطور ایلچی محمد ﷺ سے ملاقات کے لئے بھیجا تا کہ وہ ان سے معاہدے کے لئے مذاکرات کریں جو بعد میں معاہدۂ حدیبیہ کے نام سے معروف ہوا۔ (گو کہ وہ معاہدے کی شرائط طے کرنے میں ناکام رہے تھے اور معاہدہ بعد ازاں ایک اور ایلچی سہیل بن عمرو کے ساتھ طے کیا گیا۔) کفار کے نمائندے کی حیثیت سے جب عروہ بن مسعود حدیبیہ

کے مقام پر مسلمانوں کے پڑاؤ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے آئے تو انہیں محسوس ہوا کہ گویا وہ کسی دوسری دنیا میں قدم رکھ رہے تھے۔

صحابہ کی وارفتگی کا عالم

عروہ بن مسعود ثقفی جب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آئے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے مناظر دیکھے جنہوں نے انہیں حیران وششدر کر کے رکھ دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آگے بڑھ کر وضو کا پانی جو آپ ﷺ کے جسم اطہر سے ٹپکتا تھا۔ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر مل لیتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ سے برکت حاصل کی جاسکے اور جب آپ ﷺ کا کوئی بال جسم اطہر سے گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کو لپکتے۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ سرعت کے ساتھ اس کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔

جب عروہ بن مسعود ثقفی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے تو وہاں ایک زرہ پوش جوان بھی کھڑا تھا۔ جب کبھی عروہ نبی مہربان ﷺ کی داڑھی مبارک کو تھامنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے تو یہ جوان جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا، عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنی تلوار کے دستے سے ضرب لگاتا اور کہتا تھا۔ "اپنے ہاتھ دور کھینچ لو اس سے پہلے کہ یہ تمہارے پاس واپس نہ لوٹ سکیں۔" اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: "میرے خیال میں یہ شخص آپ لوگوں میں سب سے بڑا سخت اور درشت ہے۔ آخر کون ہے کہ؟" نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: "یہ تمہارا بھتیجا ہے۔۔۔۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ۔۔۔۔۔" یہ عروہ بن مسعود ثقفی کے بھتیجے تھے لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہوچکے تھے اور نبی کریم ﷺ سے محبت اور ان پر جانثاری کا جذبہ اس قدر تھا کہ انہوں نے اپنے چچا کو رسول اللہ اکرم ﷺ کی داڑھی چھونے کی بھی اجازت نہ دی۔ عروہ بن مسعود کو اس بات سے لازمی طور پر صدمہ پہنچا۔

ذرا اپنے آپ کو اس معاشرے میں لے جائیں، خود کو ان کی جگہ تصور کیجئے اور سوچئے جیسے وہ سوچا کرتے تھے اور ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے جو ان لوگوں کے گرد تھے۔ یہ ایک قبائلی معاشرہ تھا۔ جہاں قبیلہ اور خاندانی رشتے ہی سب کچھ تھے۔ عروہ بن مسعود یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ اسلام نے کس طرح ان کے بھتیجے کی کایا پلٹ دی اور وہ کیسے ان کے ساتھ پیش آرہا تھا۔۔۔!

عروہ بن مسعود جب قریش کی طرف واپس لوٹے تو ان کو بتایا: "اے قریش کے لوگو! میں نے دنیا کے بادشاہوں کی زیارت کی ہے، میں نے قیصر و کسریٰ سے ملاقاتیں کی ہیں اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے تابع فرمانوں کو اپنے لیڈر کے لئے اتنا فدا کار نہیں پایا جتنا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو محمد ﷺ کے لئے جان نثار کرنے کے جذبوں سے معمور پایا ہے اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں ایسی اطاعت نہیں دیکھی جیسی صحابہ کی اللہ کے رسول ﷺ کے لئے دیکھی۔ جب بھی وہ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ دوڑ کر اس کی تعمیل کرتے تھے اور جب بھی رسول اللہ ﷺ صحابہ سے مخاطب ہوتے تو وہ یوں خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ان کے بولنے سے اُڑ جائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ وضو کرتے تو آپ ﷺ کے صحابہ دوڑ کر جسم اطہر سے گرنے والے پانی کو حاصل کرتے اور اگر آپ ﷺ کا کوئی بال گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔۔۔ پس اے قریش کے لوگو! محمد ﷺ نے تم لوگوں کو ایک پیشکش کی ہے اس کو قبول کر لو، کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے جان نثار کبھی اس کا ساتھ چھوڑیں گے۔۔۔"!!

یہ وہ تاثر تھا جو کفار اہل ایمان کے بارے میں رکھتے تھے کہ وہ کبھی نبی ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور کبھی ان کو دغا نہیں دیں گے اور نہ تنہا چھوڑیں گے بلکہ آخری آدمی تک نبی ﷺ کی حفاظت کے لئے جنگ کریں گے۔۔۔ مگر اب وقت تبدیل ہو چکا ہے! وہ رسول ﷺ کا وقت تھا اور عروہ بن مسعود کی گواہی تھی۔۔۔۔ جبکہ آج حالات یکسر مختلف ہیں۔

کچھ عرصہ قبل اللہ کی کتاب کو کچھ امریکی فوجیوں نے بطور مشق ہدف کے طور پر استعمال کیا اور یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ ایک مسلمان ملک میں جو کے اسلامی دنیا کے قلوب میں واقع ہے ۔۔۔ پھر کیا ہوا؟؟؟ اسلامی دنیا کی طرف سے ردِ عمل خاموشی تھی۔۔۔!!

اس سے پہلے جب ڈنمارک میں کارٹونوں کی اشاعت کا معاملہ وقوع پذیر ہوا تو مسلم دنیا سخت غضب ناک ہوئی لیکن پھر جب سویڈن میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا جو کہیں زیادہ بدتر تھا، رد عمل مقابلتاً کم تھا اور اب بتدریج رد عمل کم ہو رہا ہے۔ سو ہمارے دشمنوں نے ہمیں کامیابی کے ساتھ بے حس کر دیا ہے۔

جب یہ واقعہ پہلی دفعہ پیش آیا تو ہر کوئی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس کی مذمت کر رہا تھا اور اس معاملے پر متاسف تھا مگر پھر آہستہ آہستہ ہم اس کے عادی ہی ہوتے چلے گئے یہاں تک کے کفار گستاخی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔۔۔ مگر ردِ عمل کیا ہے؟ بہت تھوڑا۔۔۔!!

آیئے ذرا ایک نظر اپنے درخشندہ ماضی پر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تب گستاخان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا؟ کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو ہمارے قلوب واذہان کو منور کرنے کا سبب بنے گی، اور بالآخر ہمارے اندر یہ احساس بیدار ہو گا کہ گستاخان رسول ﷺ کا انجام وہی ہونا چاہیے جو صحابہ رضی اللہ عنھم نے کیا اور بے شک اس معاملے میں بھی ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہی کی اتباع کرنے چاہیے۔

گستاخ کعب بن اشرف کا انجام

کعب بن اشرف ایک یہودی لیڈر اور بہت ہی فصیح شاعر تھا۔ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مدینہ پہنچائی گئی اور یہ خبر کعب بن اشرف کے کانوں تک پہنچی تو وہ بے اختیار بول پڑا: "اگر یہ خبر سچی ہے تو ہمارے لئے زمین کے اوپر والے حصے میں ہونے کے بجائے نیچے والے حصے میں ہونا بہتر ہے (یعنی ہمارے لئے مرنا بہتر ہے)۔ قریش کی شکست کے بعد زندہ رہنے میں کیا خیر باقی ہے۔۔۔"

پھر اس نے شعر کہنے شروع کیے جس میں وہ مشرکین کے نقصان پر مرثیے کہتا اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے تو مسلمان خواتین کو بھی نہ چھوڑا اور ان کے خلاف بھی شعر کہنے لگا اور اپنی ان حرکتوں پر داد وصول کرنے اور مشرکین مکہ کو اپنی امداد اور تعاون کا یقین دلانے کی خاطر وہ گاہے بگاہے مکہ بھی جاتا۔ جب اس کی یہ حرکتیں حد سے بڑھنے لگیں تو نبی مہربان ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

"کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔"

قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی محمد بن مسلمہؓ نے وعدہ کر لیا کہ وہ گستاخ رسول کعب بن اشرف کو قتل کر کے رہیں گے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے واپس گھر لوٹے تو اس معاملے پر غور و خوض شروع کیا تو انہیں احساس ہوا کہ یہ کام آسان نہیں، کیونکہ کعب بن اشرف ایک قلعے کے اندر یہودی بستی میں رہ رہا تھا۔ ان حالات میں اس کو قتل کرنا یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ جاں نثار رسول محمد بن مسلمہؓ سخت متفکر ہو گئے، اس لئے نہیں کہ اس کام میں ان کی جان کو شدید خطرہ تھا کیونکہ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نچھاور کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ انہیں اپنی جان کی تو کچھ فکر نہ تھی بلکہ فکر تھی تو اس بات کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا اپنا

وعدہ پورا نہ کر سکیں۔ وعدہ پورا کیے بغیر مرنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ ان کی اس فکر نے ان کا کھانے پینے سے بھی روک دیا۔ تین دن تک لگاتار صبح و شام آپ اپنے وعدے کی تکمیل کے بارے میں سوچتے رہے، جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے آپ بمشکل تھوڑا بہت کھانا کھاتے اور ہر وقت اس فکر میں رہتے کہ کس طرح گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا جائے۔

اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا:

"اے محمد بن مسلمہ! تمہارے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟"

محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا ہاں! یا رسول اللہ۔"

رسول اللہ ﷺ نے وجہ پوچھی تو جواب دیا:"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کے ساتھ ایک وعدہ کیا ہے اور سوچتا ہوں کہ کیا میں کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کر سکوں گا؟"

اس پر نبی مہربان ﷺ نے جواب دیا:

"تم پر اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق بھرپور کوشش کرنا لازم ہے اور اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے یہ تم اللہ پر چھوڑ دو۔"

ذرا لمحہ بھر یہاں توقف کریں اور غور کریں کہ کیسا جاں نثارانہ جوش اور جذبہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس۔۔۔ کیسی شدید محبت تھی ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کہ فکر لاحق تھی اپنی جان کی نہیں بلکہ اس بات کی کہ وعدہ کیسے پورا کیا جائے۔۔۔۔ اور وہ (محمد بن مسلمہ) اس بارے میں اتنے متفکر تھے کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور اور اس قابل نہ رہے کہ معمولاتِ زندگی کو معمول کے مطابق چلائیں کیونکہ ان کے لئے توہین رسالت بہت سنجیدہ معاملہ تھا۔۔۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جو یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ نبی ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے اور وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں اور آج

۔۔۔ نبی مہربان ﷺ کی ناموس کو کس طرح یکے بعد دیگرے نشانہ بنایا جارہا ہے۔۔۔ توہین رسالت کا وہ کونسا طریقہ ہے جو ملعون کفار نے چھوڑا؟؟ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کے بتائیں کہ کیا آپ کا دل تڑپ رہا ہے؟ ذرا بتائیں آپ کتنے متفکر ہیں؟ ہم کتنے متفکر ہیں ناموسِ رسالت کی حفاظت اور گستاخانِ رسول کا انجام بد تک پہچانے کے لئے؟ ذرا موازنہ کریں اپنی فکر اور تڑپ کا صحابہ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اس معاملے میں فکر اور تڑپ سے تو تب رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بلند بانگ دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے۔!!!

اگر کوئی گستاخانِ رسول کو انجام بد تک پہنچانے میں سنجیدہ ہے تو اسے اصحاب رسول ﷺ کا طریقہ کار اپنانا پڑے گا۔ اُن جیسا جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

غرض یہ کہ جب محمد بن مسلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے تسلی کے کچھ کلمات سنے تو آپ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ بعد ازاں محمد بن مسلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے منصوبے کے حوالے سے بتایا کے کعب بن اشرف کا قرب حاصل کرنے کے لئے انہیں مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ سے بیزاری کا اظہار کرنا پڑے گا، اور ان کے خلاف بولنا پڑے گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جو چاہتے ہو کہو۔" (یعنی لڑائی کے حربے کے طور پر تم مسلمانوں کے خلاف بات کرو تم سے کچھ مواخذہ نہ ہو گا۔) اس طرح رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر محمد بن مسلمہؓ اور قبیلہ اوس کے انصار کا ایک چھوٹا سا گروہ کعب بن اشرف سے ملاقات کو گیا تا کہ اس کا اعتماد حاصل کر سکیں اور اس کو اپنے جال میں پھانس سکیں۔ محمد بن مسلمہ کے ساتھیوں میں ایک ابو نائلہ بھی تھے جو کہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ جب گفتگو کا آغاز ہوا تو انہوں نے کعب کو بتلایا کہ: "یہ شخص (محمد ﷺ) ہمارے لئے ایک آفت اور آزمائش بن گیا ہے اور مدینہ میں اس کی موجودگی ہمارے لئے ایک مسئلہ بن گئی ہے (معاذ اللہ) اور محض ان کی وجہ سے تمام عرب اہل مدینہ سے جنگ پر اُتر آئے ہیں اور ان کو اپنا دشمن گردانتے ہیں۔"

کعب نے کہا: "میں تو پہلے ہی تم لوگوں کو بتایا تھا اور ابھی تو تم مزید برے وقت کا مشاہدہ کروگے۔"

محمد بن مسلمہؓ نے کہا: خیر ہم انتظار کرنا چاہتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ کیسے اختتام پذیر ہو گا۔ اے کعب! اس شخص کی وجہ سے ہماری معاشی حالت بگڑ گئی ہے ہم تم سے کچھ اُدھار لینا چاہتے ہیں اور ضمانت کے طور پر ہمیں کیا چیز تمہارے حوالے کرنا ہو گی؟

کعب نے کہا: "اپنے بچے میرے پاس چھوڑ جاؤ۔"

یہ سن کر محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: "ہم اپنے بچے تمہارے پاس چھوڑ جائیں اور پھر زندگی بھر لوگ ان کو بتایا کریں گے کہ تمہارے والدین نے تھوڑے سے پیسوں کے لئے تمہیں گروی رکھوادیا تھا اور یہ بات ساری زندگی ان کے لئے عار ہو گی۔"

اب کعب نے کہا: "پھر اپنی خواتین میرے پاس بطور ضمانت چھوڑ جاؤ۔"

محمد بن مسلمہؓ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا: "ہم اپنی خواتین تمہارے پاس کیسے چھوڑ جائیں جبکہ تم حسین مرد ہو، ہاں مگر ہم اپنے ہتھیار لا کر تمہارے پاس گروی رکھوا سکتے ہیں۔"

کعب نے یہ بات منظور کر لی اور ہتھیار گروی رکھوا کر اُدھار لینے کے لئے اگلی ملاقات کا دن طے پا گیا۔ اس طرح محمد بن مسلمہؓ نے ہتھیار بند ہو کر کعب بن اشرف کے ہاں آنے کی راہ ہموار کر لی۔

مقررہ وقت پر رات گئے محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی وہاں پہنچے اور اُسے پکارا۔

کعب کی بیوی نے کہا کہ: "میں ان کی پکار میں خون کی بو سونگھ سکتی ہوں۔"

کعب نے کہا: "فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں یہ محمد بن مسلمہ میرا دوست اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔" (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دوستانہ تعلقات تھے۔)

سو وہ قلعے سے نیچے اتر گیا۔ اس سے پہلے محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ طے کر چکے تھے کہ جب تم لوگ مجھے اس کا سر تھامے ہوئے دیکھو تو اس پر جھپٹ پڑو اور اپنی تلوار سے اس کے ٹکڑے کر ڈالو۔

پس جب کعب بن اشرف نیچے اُترا تو انہوں نے اسے کہا: "کیا خیال ہے کیوں نہ شعب العجوز چل کر وہاں گپ شپ میں رات گزاریں؟"

کعب نے اس رائے کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس طرح جاں نثارانِ رسول ﷺ اس قابل ہوئے کہ کعب کو اس کی محفوظ پناہ گاہ اور اس کے ہم مذہب لوگوں کے درمیان سے نکال کر وہاں سے دور شعب العجوز لے جائیں۔ کعب نے اپنے سر میں مشک یا کوئی اور خوشبو لگا رکھی تھی۔

پس جب وہ ادھر پہنچے تو محمد بن مسلمہؓ نے کعب سے کہا: "اخاہ (برادر) !یہ خوشبو جو تمہارے سر سے اُٹھ رہی ہے کتنی پیاری ہے۔ کیا میں اسے سونگھ سکتا ہوں؟

"کعب نے کہا: "ہاں سونگھ لو۔"

سو محمد بن مسلمہ نے اس کا سر تھاما، اپنی طرف کھینچا اور سونگھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے کہا: "یہ خوشبو بڑی شاندار ہے۔

کیا میں اسے دوبارہ سونگھ سکتا ہوں؟"

اس نے پھر اجازت دیدی تو محمد بن مسلمہؓ نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ان کے ساتھیوں نے اس ملعون پر حملہ کر دیا۔ اسی اثناء میں اس نے مدد کے لئے چلانا شروع کر دیا۔ آس پاس کے قلعوں کی روشنیاں جل اُٹھیں مگر اس سے پہلے کے کوئی کعب بن اشرف کی مدد کے لئے نکلتا محمد بن مسلمہؓ نے اپنا چاقو نکال کر کعب کے پیٹ میں گھونپ دیا یہاں تک کے چاقو کا پھل اس کی ریڑھ کی ہڈی تک اتر گیا۔ اس طرح اس کی موت کو یقینی بنا کر یہ گروہِ انصار وہاں سے فرار ہو گیا۔

اس طرح محمد بن مسلمہؓ اور قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ان ساتھیوں نے ایک ایسے شخص کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیا جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

کعب کے قتل کے نتائج

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس قصے کا تذکرہ اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"(شاتم رسول پر سونتی ہوئی تلوار) میں کیا ہے اور انہوں نے چند چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کو ہم یہاں دہرائیں گے۔

سب سے پہلے وہ سیرت کے علماء میں سے ایک عالم واقدی کا بیان پیش کرتے ہیں:

واقدی اس واقعہ کے نتائج پر بحث کرتے ہیں کیونکہ اپنے نتائج کے اعتبار سے یہ ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ اس نے مدینہ میں رہنے والے مشرکین اور یہودیوں میں ہلچل پیدا کردی تھی۔ واقدی لکھتے ہیں کہ یہودی مشرکین کہ ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ گزشتہ رات ان کے ایک معزز آدمی کو دھوکے سے قتل کردیا گیا۔(انہوں نے قتل کے لئے غِلّہ کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب ہے کہ کسی کو چپکے سے بے خبری میں قتل کردینا۔) انہوں نے کہا اس کو بغیر کسی جرم کے قتل کردیا گیا۔"

کعب بن اشرف کو کیوں قتل کیا گیا؟ یہ تھا وہ سوال جسے لے کر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک امن معاہدہ موجود تھا۔ معاہدے کے ہوتے ہوئے کعب کو کیوں قتل کیا گیا؟ آخر یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ کیا مسلمان اس معاہدے کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے؟

یہ تھے وہ سوالات جن کے جوابات یہود جاننا چاہتے تھے۔ رسول اللہ نبی کریم ﷺ نے ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا: "اگر وہ پرسکون رہتا ان لوگوں کی طرح جو اس کے ہم خیال ہیں اور اُن جیسی رائے رکھتا تو وہ قتل نہ کیا جاتا۔ مگر اس نے ہمیں نقصان پہنچایا اور اپنی شاعری سے ہماری ہجو کی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اور بھی یہ کام کرے گا تو ہم اس کے ساتھ تلوار ہی سے نمٹے گے۔"

ذرا نبی اکرم ﷺ کے جواب پر غور کیجئے: رسول اللہ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے کعب بن اشرف جیسا بغض وعناد رکھتے ہیں، سو وہ اپنے کفر کی وجہ

سے قتل نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ہی وہ اس وجہ سے قتل کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے نفرت کرتا تھا یا مسلمانوں سے بغض وعناد رکھتا تھا۔ نہیں! یہ مرض تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں موجود تھا جن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ پس اگر وہ سکون سے رہتا جیسے کہ اس جیسے باقی لوگ رہے تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاتا۔ مگر کیونکہ اس نے زبان درازی کی اور نبی کریم ﷺ کی ہجو بیان کی تو اس کی گردن ماردی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے یہودیوں پر واضح کر دیا کہ اگر یہود یا مشرکین میں سے کسی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اپنے دل میں چھپے ہوئے بغض وعناد کو ظاہر کر دیا تو ایسا کرنے والے سے اسی طرح نمٹا جائے گا جیسے کعب بن اشرف سے نمٹا گیا تھا۔

آپ ﷺ کے الفاظ کا مفہوم تھا: "ہمارے اور تمہارے درمیان پھر تلوار کے علاوہ کچھ نہ ہو گا، کوئی مذاکرات نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی معافی ہو گی۔ مفاہمت کی کوئی کوشش نہ کی جائے گی۔ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف اور صرف تلوار ہو گی۔۔۔"

یہ بات آپ ﷺ نے اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے کفار کو بلایا اور ایک دستاویز پر دستخط کیے جس میں اُن سب نے یہ عہد کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں بولیں گے اور اگر کوئی بولے گا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانا ایک حجت ہے مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لئے کہ وہ قتل کریں ہر اس شخص کو جس نے یہ فعل کیا، چاہے ان کے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے ہی کیوں نہ ہوں، حتیٰ کہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہوں۔"

ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں اس حکم کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات اور شکوک کا بھی جواب دیا ہے۔ انہوں نے اس قصے کو دلیل کے طور پر اعتراضات کا رد کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اس حدیث کے مطلب کو موڑیں اور کہیں کے کعب کو اس لئے قتل کیا گیا کیونکہ وہ کفار کو محمد ﷺ کے خلاف لڑنے پر اُبھار رہا تھا اور اسے اس کے گستاخانہ الفاظ کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: "نہیں! وہ اپنی گستاخانہ شاعری کی بدولت قتل کیا گیا جو کہ اس کے سفر مکہ پر روانہ ہونے سے

پہلے بھی موجود تھی۔ سو اس کا تعلق ہر گز مکہ جانے اور وہاں ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر ابھارنے سے نہیں بلکہ اس کے قتل کا براہِ راست تعلق اس کی گستاخانہ شاعری سے ہی تھا۔"

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں: "ابن اشرف نے جو بھی کیا وہ زبان سے تکلیف پہنچانے کی صورت میں تھا۔ کفار کے مرنے پر مرثیہ نگاری اور ان کو لڑائی پر اُبھارنا، مسلمانوں کو گالیاں دینا اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا، دین اسلام کو نیچا دکھانا اور مشرکین کے دین کو ترجیح دینا، یہ سب کچھ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تھے۔ اس نے جسمانی طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی لڑائی نہیں شروع کی تھی۔ جو کچھ اس نے کہا وہ یہ تھا کہ اس نے اہل ایمان کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچائی۔ یہ ایک حجت ہے ہر اس شخص کے خلاف جو ان معاملات میں بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر اس شخص کا خون جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتا ہے شاعری اور گستاخی کے ذریعے سے، کسی بھی صورت میں محفوظ نہیں ہے۔"

یہ تھا کعب بن اشرف کا قصہ جسے قبیلہ اوس کے چند جانبازوں نے جہنم واصل کر دیا تھا۔

ابو رافع کا قتل

حضرت کعب بن مالکؓ کے بیٹے کہتے ہیں: "اوس اور خزرج رسول ﷺ کے سامنے آپس میں دو گھوڑوں کی طرح مقابلہ کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان میں سے کوئی ایک قبیلہ ایسا کوئی کام کرتا جس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تو دوسرا اُس پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

سو اب اہل خزرج جمع ہوئے اور انہوں نے باہم کہا کہ:"اوس کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں میں سے ایک کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، ہمیں بھی اب کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا تاکہ ہم سے بھی نبی ﷺ خوش ہوں۔ پس کعب بن اشرف کے بعد کون نبی ﷺ کا سب سے بدتر دشمن ہے؟ اس بات پر غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کے وہ بدترین دشمن ابو رافع ہے۔

انہوں نے اپنا منصوبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ وہ ابو رافع کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا منصوبہ منظور کر لیا اور آگے بڑھ کر یہ کام انجام دینے کو کہا۔

پس خزرج کے کچھ لوگوں نے مل کر منصوبہ بندی کی اور پھر وہ ابو رافع کے قتل کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ رات کے اندھیرے میں عبد اللہ بن عتیقؓ دھوکے سے قلعے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور ابو رافع کے کمرے کی چابی حاصل کر لی۔ پھر وہ ابو رافع کے کمرے میں داخل ہو گئے مگر ابو رافع کو نہ دیکھ پائے، کیونکہ کمرے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یہ جاننے کے لئے کہ گستاخ رسول ابو رافع کمرے میں کس سمت موجود ہے، انہوں نے ابو رافع کو پکارا۔

ذرا تصور تو کریں کہ آپ ایک شخص کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے اور نصف شب کے وقت اس کے کمرے میں گھس کر اسے پکار رہے ہیں۔۔۔! جبکہ آپ کو معلوم بھی نہیں کہ وہ کس طرف ہے؟ کس قدر خطرناک اقدام ہے یہ! یقیناً حضرت عبد اللہ بن عتیقؓ بھی اس بات سے واقف تھے، لیکن ان کے نزدیک

نبی ﷺ کی حرمت ان کی جان سے زیادہ قیمتی تھی۔ وہ اپنی جان سے کہیں زیادہ اپنے مقصد کو محبوب رکھتے تھے، کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اصل اور دائمی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور سب سے قیمتی تو بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی ہی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ پس وہ اپنی جان کو حقیقی مالک کی طرف لوٹانے سے بھلا کیوں گھبراتے۔۔۔۔!

وہ سیدھا آگے بڑھے اور پکارا: "ابورافع تم کدھر ہو؟" عبداللہ بن عتیقؓ کہتے ہیں کہ جب ملعون ابورافع نے جواب دیا تو میں نے آواز کی سمت میں وار کیا جو اس کو لگا مگر اس ایک ضرب سے وہ مرا نہیں اور مدد کے لئے پکارنے لگا۔

اب عبداللہ بن عتیقؓ جن کی قوتِ فیصلہ یقیناً قابل تعریف تھی، انہوں نے فوراً پینترا بدلا، پھر واپس آئے اور آواز بدل کر ایسے بولے جیسے کوئی مددگار ہو اور کہا: "اے ابورافع کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ جواباً ابورافع نے کہا: "افسوس ہے تمہاری ماں پر، یہاں کوئی ہے جو مجھ کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

عبداللہ بن عتیقؓ کہتے ہیں: "میں نے پھر آواز کی سمت کا اندازہ کر کے وار کیا لیکن اس بار بھی وار زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکا اور وہ پھر مدد کے لئے چلایا۔" اب کی بار عبداللہ بن عتیقؓ نے پھر جگہ تبدیل کی اور آواز بدل کر بولے اور پھر ابورافع کے پاس آئے۔ اس دفعہ ابورافع پہلے ہی پشت کے بل گرا ہوا تھا کیونکہ اس سے پہلے وہ دو ضربیں کھا چکا تھا۔

عبداللہ بن عتیقؓ کہتے ہیں: "میں نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی اور اسے اندر کی طرف دباتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ میں نے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن لی۔" ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کا مطلب یہ تھا کہ تلوار اس کے پیٹ کے پار ہو گئی ہے اور اس کی زندگی اختتام پذیر ہو گئی۔

عبداللہ بن عتیقؓ پیچھے مڑے اور سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگے۔ وہ کہتے ہیں: ''میں پریشانی میں یہ سمجھا کہ میں سیڑھیاں پوری اتر چکا ہوں جبکہ ابھی ایک زینہ باقی تھا، سو میں گر پڑا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں

اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان کو بتایا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے مگر میں تسلی کرنا چاہتا ہوں، اس لیے میں یہاں انتظار کروں گا، آپ لوگ جائیں اور جا کر رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنا دیں، میں یہاں رہ کر اعلان کا انتظار کروں گا۔"

دیکھئے! صحابہ کرامؓ کیسے اپنا کام پورا کرنا چاہتے تھے! انہوں نے اپنی ٹانگ تڑوالی اور دشمن خدا کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالی، لیکن پھر بھی وہ پیچھے رہ کر اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ آیا کام پوری طرح ہو چکا یا نہیں۔ اس ساری تکلیف کے باوجود وہ پیچھے رہ کر انتظار کرنا چاہتے تھے۔!

فجر کے وقت یہ خبر پھیل گئی کہ ابو رافع، حجاز کا مشہور تاجر قتل کیا جا چکا ہے۔ عبداللہ بن عتیقؓ نے کیا کہا؟ یہ کہ ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں؟ اس شخص کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے تھا، یہ ایک غیر اسلامی کام ہے وغیرہ وغیرہ؟ نہیں! بلکہ انہوں نے کہا:

"جب میں نے ابو رافع کے قتل کی خبر سنی، جب میں نے وہ اعلان سنا، میں قسم کھاتا ہوں کہ ان لفاظ سے زیادہ میرے کانوں کے لئے کوئی شیریں الفاظ نہ تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ان الفاظ سے زیادہ میٹھے الفاظ نہیں سنے۔"

یہ ہے ان کا قول! اس طرح وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتے تھے! پھر وہ جلدی سے مدینہ کی طرف گئے اور جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

"أَفْلَحَ الْوُجُوهُ"۔

"تمہارا چہرہ کامیاب ہو۔"

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جواباً کہا: آپ کا چہرہ کامیاب ہو، اے اللہ کے رسول ﷺ!۔ وہ خوش تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی خوش تھے۔

ابن خطل کا قتل

تیسری مثال فتح مکہ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ یہ مقدس شہر بغیر کسی خون خرابے کے فتح ہوا اور ان کا لشکر امن کے پروانے کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ وہ عاجزی کے ساتھ، اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کا شکر کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ نہ کوئی جشن ہوا، نہ گانے بجائے گئے، نہ کوئی قتل وغارت گری ہوئی۔ چہار جانب امن ہی امن تھا۔ یہ اعلان عام کر دیا گیا تھا کہ:

"اذهبوا فانتم طلقاء"

"جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

ہاں البتہ ایک فہرست ان لوگوں کے ناموں پر مشتمل تھی، جن کے بارے میں فرمایا کہ: "اگرچہ انہیں کعبے کے غلاف سے لپٹا ہوا پاؤ تب بھی انہیں قتل کر دو۔"

پوری دنیا میں سب سے قابل احترام جگہ مکہ کو سمجھا جاتا تھا اور وہاں بھی خانہ کعبہ سب سے زیادہ محترم جگہ تھی، اگر کوئی حرم میں ہوتا تو چاہے وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی مشرکین کا یہی دستور تھا۔ لیکن رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

"فاقتلوهم وإن كانوا معلقين على أستار الكعبة۔"

"ان کو قتل کر دو چاہے وہ کعبہ کے غلاف سے لپٹے ہوئے ہوں۔"

یہ لوگ کون تھے جن کے بارے میں اتنے سخت احکامات دیئے گئے؟

اس فہرست میں چند نام تھے اور انہی میں عبداللہ بن خطل، اس کی دو گانے والی لونڈیوں اور ابو لہب کی لونڈی سارہ کا نام شامل تھا۔ عبداللہ بن خطل کی یہ لونڈیاں رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھیں اور مکہ میں آپ ﷺ کے خلاف گانے کی محفلیں سجایا کرتی تھیں۔

سب سے پہلے عبد اللہ بن خطل کا ذکر کرتے ہیں، وہ کعبہ کے غلاف کو تھامے کھڑا تھا کہ ایک صحابیؓ نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

اب ان خواتین کے دلچسپ ماجرے کو دیکھتے ہیں۔ پہلی بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ سب جانتے ہی ہیں کہ عورتوں کو مارنا جائز نہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے لیکن ان دونوں کا نام خصوصی طور پر لیا کہ ان کو قتل کر دو۔!

دوسری بات ہم جانتے ہیں کہ اگر خواتین مسلمانوں کے خلاف کسی فوج میں شامل ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ عورتیں لڑ نہیں رہی تھیں، نہ ہی انہوں نے کسی جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔ بلکہ انہوں نے تو مکمل طور پر ہتھیار ڈالے ہوئے تھے۔

تیسری بات یہ کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مکہ کے تمام لوگوں کو امن اور تحفظ دیا لیکن ان کو مستثنیٰ رکھا۔ اس پر مزید یہ کہ یہ تینوں آزاد عورتیں بھی نہیں تھیں، لونڈیاں تھیں اور اسلامی قوانین اور حدود میں آزادی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اور غلاموں کی سزا ہلکی ہوتی ہے۔ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے خلاف اشعار کہنے کے معاملے میں آزاد نہیں تھیں، ان کے مالک عبد اللہ بن خطل اور ابو لہب ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتے تھے، اس کے باوجود بھی ان لوگوں کے لئے سب سے مختلف حکم دیا گیا کہ ان کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔

توہینِ رسالت سب سے بڑا جرم ہے

ابن تیمیہؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ اس بات کا بالکل واضح ثبوت ہے کہ سب سے بڑا جرم رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا ہے۔ کیونکہ ان سب باتوں کے باوجود کہ آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو امن دیا تھا، یہ خواتین تھیں، لڑائی میں بھی شریک نہیں تھیں اور لونڈیاں تھیں، آپ ﷺ نے سزا کے لئے علیحدہ سے ان کا نام لیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جرم کتنا سنگین ہے۔!!!

اس کے علاوہ ایک اور شخص الحویرث بن نقیز تھا جس کا نام اس فہرست میں موجود تھا۔ وہ بھی اپنی زبان سے نبی ﷺ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو تلاش کرتے ہوئے اس کے گھر پہنچ گئے۔ لوگوں نے ان کو بتایا کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے بلکہ بدیجہ یعنی مکہ سے باہر چلا گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حویرث کو بھی خبردار کیا کہ علیؓ تمھیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں آئے تھے۔ علیؓ جا کر گھر کے عقب میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حویرث دوسرے کسی گھر کی طرف بھاگنے کے لئے نکلا تو علیؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح کی ایک اور مثال کعب بن زہیر کی ہے۔ وہ خود بھی شاعر تھا، اس کا بھائی بھی شاعر تھا اور اس کا باپ زہیر بن ابی سلمہ بہت مشہور شاعر تھا۔ وہ ان شعراء میں سے تھا جن کی شاعری کعبہ کی دیوار پر لگائی جاتی تھی۔ یہ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ شاعری کے بہترین نمونوں کو وہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا کرتے تھے۔ زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بوجیر شاعر تھے۔ بوجیر مسلمان تھے، جب کہ کعب کافر تھا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتا تھا۔ جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بوجیر نے اپنے بھائی کو خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے ان لوگوں کو ختم کر رہے ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے خلاف شاعری کی ہے۔ کعب اس وقت مکہ میں موجود نہیں تھا، تاہم اس کے بھائی نے اسے قبل از وقت خبردار کر دیا کہ آپ ﷺ نے ان سب لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ

کھے ہیں۔ اور جو لوگ بچ گئے مثلاً عبد اللہ بن زبریہ اور مغیرہ بن ابی وہب وہ بھی بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ایسے تمام لوگوں کو قتل کا حکم دیا جا چکا ہے۔

یہ جرم کی سنگینی کی ایک مثال تھی۔

جب گستاخِ رسول کی التجائیں بے کار گئیں

رسول اللہ ﷺ تو انتہائی رحمدل تھے اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ لیکن اس معاملے میں آپ ﷺ کا رویہ مختلف تھا۔

اس کے بعد ہمارے سامنے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کا واقعہ آتا ہے۔ غزوہ بدر میں قریش کے ستر مشرک قیدی بنے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو ان کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ فرداً فرداً ان سے بات کی جا سکے۔ انہی قیدیوں میں نضر بن حارث بھی شامل تھا۔ آپ ﷺ اس کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ نضر بن حارث نے یہ دیکھ کر اپنے ساتھ والے آدمی سے کہا: "سنو مجھے قتل کر دیا جائے گا، میں رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں۔"

وہ شخص بولا: "نہیں تم ایسے ہی بول رہے ہو، تمہیں کچھ نہیں ہو گا، تمہیں دراصل ڈر لگا ہوا ہے۔"

نضر نے کہا: "نہیں میں صحیح کہہ رہا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں اپنی موت دیکھی ہے۔"

پھر نضر بن حارث نے مصعب بن عمیرؓ کو بلایا جو اس کے رشتہ دار تھے اور ان سے کہا: "رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ میرے ساتھ بھی باقی لوگوں والا معاملہ کریں، اور مجھ سے اس طرح کا برتاؤ کریں جس طرح میرے قوم کے دیگر لوگوں سے کرا، اگر وہ ان کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی مار دیں اور اگر ان کو معاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے بھی معاف کر دیں۔"

مصعب بن عمیرؓ نے جواب دیا: تم وہ ہو جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور تم تو وہ ہو جو اللہ کی کتاب کے خلاف باتیں بنایا کرتے تھے!

نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقابلے کے لئے ان کے قریب حلقے بنالیا کرتا تھا، وہ ایران جاکر قصے کہانیاں سیکھ کر آیا اور واپس آکر مشرکین سے کہتا: محمد ﷺ تمہیں قصے ہی تو سنا رہے ہیں میرے پاس ان سے بہتر قصے ہیں، آؤ آکر میرے قصے سنو!۔

اس نے مصعبؓ سے دوبارہ التجا کی کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے بات کرو۔ مصعب بن عمیرؓ بولے: کیا تم وہی نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو اذیتیں دیا کرتے تھے؟!۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے نضر بن حارث کو بلایا اور علی بن ابی طالبؓ کو اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ یوں اس کے ساتھ تمام قیدیوں سے علیحدہ سلوک کیا گیا۔ اس وقت مسلمان مدینہ واپس جارہے تھے۔ ایک خاص مقام پر پہنچ کر نضر بن حارث کا قتل کیا گیا۔ جب ذرا اور آگے گئے تو آپ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔

عقبہ بولا: ہائے میرے بربادی! صرف مجھے ہی کیوں قتل کیا جارہا ہے۔ میرے ساتھ یہاں جتنے لوگ ہیں ان سب نے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے، یہ سب قریش میرے ہی قبیلے کے لوگ ہیں تو پھر صرف مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

''لِعَدَاوَتِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ۔''

''اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے۔''

اس نے کہا اے محمد (ﷺ)! میرے ساتھ باقی قبیلے والوں کی طرح ہی برتاؤ کیجئے، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کر دیں، اگر ان کو چھوڑیں تو مجھے بھی چھوڑ دیں، اگر ان سے فدیہ لیں تو مجھ سے جو چاہے لے لیں۔ اے محمد (ﷺ)! میرے بچوں کا خیال کون رکھے گا؟!

آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ! عاصمؓ اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑا دو!

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم کتنے برے آدمی تھے! واللہ! میں نے تم سے بڑھ کر اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا انکاری نہیں دیکھا۔ تم نے اللہ کے نبی ﷺ کو ایذا دی۔ میں اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے تمہیں مارا اور تمہاری موت دکھا کر میرے آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔"

یہ بالکل واضح بات ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے ساتھ بہت مختلف طریقے سے پیش آئے۔

نابینا صحابی نے گستاخ لونڈی کو قتل کر دیا

اس کے علاوہ ایک نابینا صحابیؓ کا واقعہ ہے جن کے پاس ایک لونڈی ام ولد تھی۔ اس سے دو بچے تھے۔ یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ نابینا صحابیؓ اس کو منع کرتے لیکن وہ پھر بھی باز نہ آتی۔ ایک رات وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ رہی تھی کہ ان صحابیؓ نے خنجر لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ صبح جب رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "میں اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ جس نے یہ کام کیا وہ کھڑا ہو جائے۔"

چناچہ وہ نابینا صحابیؓ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی توہین کرتی تھی اور میرے منع کرنے پر رکتی نہیں تھی، میرے پاس اس سے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور میرے ذات کے لئے وہ بہت رحمدل تھی لیکن جب رات کو اس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لے کر اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے۔" یعنی اس کا کوئی خون بہا نہیں اور اس کا قتل کے لئے کوئی سزا نہیں ہو گی۔

ذرا ان صحابیؓ کے الفاظ پر غور کریں، ان کے دو بچے تھے اور وہ ان کو موتیوں سے تشبیہ دے رہے تھے اور انہوں نے کہا وہ عورت میرے لئے بہت رحمدل تھی، وہ نابینا تھے جنہیں ایسی رحمدل عورت کی ضرورت بھی تھی جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتی تھی، لیکن کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے اپنی ذات سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے، اپنے گھر والوں سے بڑھ کر، دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت ہونی چاہیے اسی لئے انہوں نے اسے قتل کر دیا، صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی خاطر، ان کی محبت میں۔ در حقیقت ہر مسلمان کو آپ ﷺ کے معاملے میں اسی طرح ہونا چاہیے۔

نیز آپ ﷺ نے اس فعل کی مذمت نہیں کہ بلکہ اسے پسند کیا اور فرمایا: "گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہو گیا ہے۔"

اسی طرح کی ایک اور صورتحال تب پیش آئی جب ایک صحابیؓ نے اپنی قبیلے کی کسی عورت کو قتل کر دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ کا رد عمل کیا تھا؟ کیا انہوں نے اسے سزا دی؟ نہیں! بلکہ فرمایا: "اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی۔"

ہم اسی واقعہ کو تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

گستاخ عورت کا قتل

اس عورت کا نام اسماء بن مروان تھا۔ اس کا تعلق انصار سے تھا اور وہ بہت عمدہ شاعری کیا کرتی تھی۔ لیکن وہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی اور اسلام کے خلاف باتیں بنا کر لوگوں میں فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس طرح کی باتیں کرتی کہ یہ شخص یعنی محمد (ﷺ) ہمارے قبیلے کا نہیں ہے پھر کیوں ہم اس کی میزبانی کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔ کیوں اس کو اپنے درمیان میں رہنے دے رہے ہیں۔ اس کو یہاں سے نکال دو!

انصار نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی وجہ سے بہت مشکلات برداشت کی تھیں۔ معاشی طور پر انہیں نقصان ہوا، ان کے بہت سارے لوگ مارے گئے، ان کے شہر کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن یہ سب کچھ وہ اللہ کی خاطر برداشت کر رہے تھے اور اسی لئے انہیں انصار کہا جاتا ہے یعنی وہ کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت کی۔

عمیر بن عدیؓ اس عورت کے گھرانے کے نابینا فرد تھے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے مدینہ لوٹنے کے بعد میں اسے قتل کر دوں گا۔ (آپ ﷺ اس دوران بدر میں تھے۔) محمد ﷺ کے واپس آنے کے بعد عمیر بن عدیؓ آدھی رات میں اس کے گھر گئے اور سیدھا اس کے کمرے تک پہنچ گئے وہ اپنے بچوں کے درمیان سو رہی تھی اور ان میں سے ایک اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، انہوں نے محسوس کیا کہ عورت نے بچے کو پکڑا ہوا ہے تو اس بچے کو اُٹھا کر الگ رکھ دیا اور اپنی تلوار سے اس کے سینے پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

گستاخ رسول کے قتل پر تو دو بکریاں بھی اپنے سینگ نہیں ٹکرائیں گی

اس کے بعد انہوں نے فجر کی نماز آپ ﷺ کے ہمراہ پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز ختم کر لی تو عمیرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کیا ہے؟ جواباً عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

عمیر بن عدیؓ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں میں کچھ غلط نہ کر دیا ہو، مجھے پہلے آپ ﷺ سے اجازت لے لینی چاہیے تھی، کیونکہ آپ ﷺ اولی الامر تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟

اس پر آپ ﷺ کا جواب کیا تھا؟ کیا انہوں نے یہ کہا کہ ہاں! اجازت لینی چاہیے تھی یا نہیں! تم نے بہت غلط کیا ہے؟ نہیں! بلکہ فرمایا:

"لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ"

"اس پر دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی۔"

یعنی یہ معاملہ اتنا واضح ہے کہ دو بکریاں کے درمیان بھی اس پر اختلاف نہیں ہو گا! جانوروں کی رائے بھی اس پر ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہو گی۔

اب سبحان اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ یہ بات جانوروں کی سمجھ میں بھی آتی ہے! وہ بھی اس پر نہیں جھگڑیں گے تو آخر ایسا کیوں ہے کہ اچھے خاصے سمجھدار لوگ اس پر اختلاف کر رہے ہیں۔ اتنی صاف اور سیدھی بات میں اختلاف کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس پر علماء کا اجماع ہے، جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان شاءاللہ۔

قاتل کے لئے رسول ﷺ کی بشارت

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارد گرد بیٹھے افراد کو دیکھ کر فرمایا:

"إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ، فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ۔"

"اگر تم ایک ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غیب میں مدد و نصرت کی تو عمیر بن عدیؓ کو دیکھ لو!۔"

عمر بن خطابؓ بولے: "اس نابینا شخص کو دیکھو جس نے اللہ کی اطاعت میں تشدد اختیار کیا۔"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَقُلِ الْأَعْمَى، وَلَكِنَّهُ الْبَصِيرُ"!

"اس کو نابینا نہ کہو اس کے پاس تو بصارت ہے۔"

افسوس! آج بہت سے لوگ اندھے ہیں، بہت سے لوگ اندھے ہیں۔

جب عمیرؓ واپس پلٹے تو اس عورت کے بچے اپنے قبیلے کہ کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اسے دفنا رہے تھے۔ وہ ان کے پاس آکر ان کو دھمکانے لگے۔ "اے عمیر! تم نے اس کو مارا ہے؟!" ذہن میں رکھیں یہ انتہائی جنگجو قسم کے لوگ تھے،

اوس اور خزرج نے اپنی آنکھیں ہی جنگوں میں کھولی تھیں۔

عمیرؓ نے جواب دیا: "ہاں تم سب مقابلے کے لئے آجاؤ! اگر تم میں سے کوئی اس جیسی بات کرے گا تو میں تم سب سے بھی لڑوں گا یہاں تک کے تمہیں ختم کر دوں یا خود ختم ہو جاؤں"۔

اس عمل کا نتیجہ کیا نکلا؟ کیا لوگ اسلام سے دور بھاگ گئے؟ کیونکہ یہ تو ہجرت کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔ غزوہ بدر کے فوراً بعد یہ پیش آیا جبکہ تمام انصار مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح کے فعل سے تو لوگوں کو اسلام سے دور ہونا چاہیے تھا نا! لیکن ہوا کیا۔۔۔؟ علامہ واقدی کے مطابق اس کے بعد ان لوگوں میں اسلام رائج ہو گیا۔، کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اپنی قوم کے لوگوں کی وجہ سے اسے چھپائے بیٹھے تھے، جب انہوں نے اسلام کی یہ قوت اور شان دیکھی تو اپنے ایمان کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔

گستاخ رسول کے قتل کے لئے حاکمِ وقت کی اجازت ضروری نہیں

اس واقعہ میں اور اس سے پہلے والے واقعہ سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں؟

ایک بات جو ملتی وہ اجازت کے حوالے سے، کیونکہ آج کل حاکم وقت سے اجازت لینے کی بہت بات ہو رہی ہے اور یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔

میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ کے گھر پر کوئی حملہ کرے اور آپ کو مارنا چاہے تو اس کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیا ارشاد ہے؟ حدیث میں آتا ہے:

"جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، جو اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے، جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مرے وہ شہید ہے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یقیناً آپ سب اس حدیث سے واقف ہوں گے۔ اب اگر کوئی آپ کے گھر آجاتا ہے اور آپ کے سر پر پستول لے کر کھڑا ہے اور آپ کو قتل کرنے لگا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس سے اپنا دفاع کریں جسے اسلامی فقہ میں "دفع الصائل" کہتے ہیں، تو کیا آپ کو حاکم وقت سے اجازت لینے کی ضرورت ہوگی؟

وہ آپ پر پستول تانے کھڑا ہے لیکن آپ صدارتی محل میں یا بادشاہ کے محل میں فون کرتے ہیں، اس کے سینکڑوں سیکریٹریوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس تک رسائی ہوتی ہے اور آپ پوچھتے ہیں: براہ مہربانی میں اپنا دفاع کر سکتا ہوں؟ یہاں کوئی مجھے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی کوئی تک بنتی ہے؟ اگر آپ کو اپنے دفاع کے لئے حاکم سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دفاع کے لئے امام سے اجازت لینا پڑے گی؟؟۔

اس شخص نے جس نے بنی خیثمہ کی عورت کو جا کر قتل کیا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی تھی؟ جبکہ آپ ﷺ وہاں موجود تھے۔ نہیں! اور کیا ان نابینا صحابیؓ نے اجازت لی تھی؟ جنہوں نے اپنے بچوں کی ماں کو مارا تھا؟ نہیں! انہوں نے اپنا کام کر لیا اور آپ ﷺ نے ان کے عمل کو پسند کیا اور فرمایا اس پر تو دو بکریاں بھی آپس میں سینگ نہیں ماریں گی!۔

لہٰذا، امام سے اجازت لینے کا یہ مسئلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، آپ ﷺ کا منصب اور شان اس سے بہت اونچا ہے۔ آپ ﷺ ہر امام سے بڑھ کر ہیں، آپ ﷺ کے معاملے میں کسی حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں! کسی حاکم کا اتنا مرتبہ نہیں کہ وہ اس معاملے میں اپنی کوئی بات کہے۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! یہ یاد رکھئے کہ ہم کس کی بات کر رہے ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کی بات کر رہے ہیں، وہ جن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کا دفاع کرنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ آپ ﷺ بہت خاص ہیں اور یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس سب سے الگ ہے اور ان کے لئے خاص احکام ہیں۔ یہ اجازت کے اُصول ان کی ذات کے لئے نہیں ہیں۔

پھر ایک شاعر کا واقعہ ہے جس کا تعلق بنو بکر کے قبیلے سے تھا۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے اور ان کا یہ شاعر رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار کہتا تھا۔ ایک دوسرا قبیلہ بنو خزاعہ کا تھا۔ یہ بھی مشرکین تھے لیکن صلح حدیبیہ کی رو سے یہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک نوجوان نے اس شاعر کے سر پر حملہ کر دیا جس سے وہ مرا تو نہیں البتہ زخمی ہو گیا۔ پھر وہ لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ کو صورتحال سے آگاہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا خون بہہ گیا ہے، اس کو قتل کر دو"۔

بعد ازاں جب مکہ فتح ہوا تو بنو بکر مسلمان ہو گئے اور نوفل بن معاویہ رسول اللہ ﷺ سے اس شاعر کی بابت گفتگو کے لئے آیا۔ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے خیانت کا مرتکب ہوا تھا۔ اس نے خزاعہ کے لوگوں کو مسجد حرام میں قتل کیا اور جب اس کے ساتھیوں نے جو کافر تھے اس سے کہا کہ اللہ سے

ڈرو، تم مسجد حرام میں لوگوں کو قتل کر رہے ہو! تو اس نے جواب دیا تھا: "آج کوئی خدا نہیں، اپنا بدلہ لے لو، اللہ کو بھول جاؤ، اپنا بدلہ لے لو!"۔

کس کا جرم زیادہ بڑا ہے نوفل کا یا اس شاعر کا؟ نوفل نے جو کام کیا تھا وہ آفت انگیز تھا، لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور پھر یہ شخص اس شاعر کی سفارش کرنے کے لئے آیا اور کہنے لگا: "یا رسول اللہ ﷺ اب وہ توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی توبہ قبول کر لی۔

میں نے آپ کے سامنے اسلام کے اولین دور کے چند واقعات رکھے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء اس مسئلے کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ البتہ اس مسئلے پر دو کتابیں تفصیل سے موجود ہیں، اگر کوئی مزید پڑھنا چاہے تو وہ ان کتب سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کتاب کا تذکرہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب "الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول" (شاتم رسول کے خلاف ننگی تلوار)۔ یہ پوری کتاب توہین رسالت ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ دوسری کتاب فقہ مالکی کے عالم قاضی عیاض کی "الشفاء فی احوال المصطفیٰ" ہے۔ یہ کتاب آپ ﷺ کی سیرت پر مشتمل ہے اور آخر میں توہین رسالت پر ایک باب موجود ہے۔

ائمہ کرام کے نزدیک گستاخِ رسول کی سزا

ابن المنذر لکھتے ہیں: "ہمارے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے"۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، اللیثؒ، امام احمدؒ، اسحاقؒ، اور امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: جو کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو وہ واجب القتل ہے اور یہی تمام علماء کی رائے ہے۔

الشفاء میں قاضی عیاض لکھتے ہیں: امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اسے بغیر کسی تنبیہ کے قتل کر دینا چاہیے۔

ابن عتاب کہتے ہیں: قرآن اور سنت کا یہ تقاضا ہے کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہے یا ان کی توہین کرے اسے قتل کر دینا چاہیے، چاہے کتنی چھوٹی بات ہو۔ امام مالکؒ کا قول ہے: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بٹن گندا ہے تو اسے بھی مار دینا چاہیے۔ سبحان اللہ! یعنی اتنی سی بات سے بھی اگر کوئی آپ ﷺ کی توہین کرے تو اسے بھی مار دینا چاہیے۔

اس کے بعد قاضی عیاض لکھتے ہیں: اس کے علاوہ کوئی اختلافی رائے ہمارے علم میں نہیں، اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو! اگر آپ میں سے کسی نے اصول الفقہ پڑھی ہوں تو اسے معلوم ہو گا کہ اجماع حجت ہے۔ اگر علماء کا کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ قرآن اور سنت کے بعد حجت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ۔''
میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔ (احمد)

الواقدی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے آپ ﷺ کے خلاف زبان استعمال کی تھی۔ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کہا کہ عراق کے فقہاء نے اس شخص کو کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غصہ ہوئے اور کہا: اے امیر المومنین! امت زندہ کیسے رہ سکتی ہے جبکہ اس کے نبی ﷺ کی توہین کی جارہی ہو! جو کوئی انبیاء کی توہین کرے وہ واجب القتل ہے۔

منافقین اور علماء سوء کا طرز عمل

میرے بھائیو اور بہنو! اس خطبے کی تیاری کے لئے تحقیق کرتے ہوئے مجھے بہت سے عجیب وغریب فتاویٰ ملے۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ لوگ اللہ کے دشمنوں کو راضی کرنے کی کوشش میں کس قدر گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ۔
"آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے"۔ (المائدہ:۵۲)

یہ منافقین ہیں اور ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ ان کو ڈر لگتا ہے کہ اگر ہم نے حق بات کہہ دی تو کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔ یہ لوگ اللہ سے زیادہ اللہ کے دشمنوں سے ڈرتے ہیں۔

اسلامی معاشروں کے لوگ فطری رد عمل کی وجہ سے سڑکوں پر نکل آئے کیونکہ جو کچھ انہوں نے سنا اس پر وہ غم وغصے سے بھر گئے تھے۔ ان سادہ مسلمانوں کے دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے معمور ہیں۔ یہ محبت ان کی فطرت کا حصہ ہے وہ کوئی عالم نہیں ہیں بلکہ بس سادہ سے مسلمان ہیں جنہیں اپنے نبی ﷺ سے محبت ہے یہی محبت انہیں احتجاج کے لئے کھینچ لائی۔ ممکن ہے ہم ان جلوسوں سے اتفاق کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔، اس کے فوائد اور نقصانات پر بات ایک الگ بحث ہے۔ لیکن اصل چیز جو دیکھنی چاہیے وہ جذبہ ہے جس کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کی فطری محبت کا تقاضا ہے، اسی لئے انہوں نے پرچم وغیرہ نذر آتش کئے۔ ان حالات میں علماء نے عوام کے سامنے ان کی اصل ذمہ داری اور شرعی حکم واضح نہیں کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ:

"لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ"۔
"تم ضرور لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔"

علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکامات چھپانے کے بجائے ان کو کھول کر بیان کریں۔ اس کے بر عکس انہوں نے لوگوں کو مزید اُلجھن میں ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ وہ عوام کو اللہ کے حکم سے آگاہ کرتے انہوں نے جلسے جلوسوں کی مذمت شروع کر دی، جھنڈے جلانے پر ان کی مذمت کی، سڑکوں پر نکل آنے پر ان کی مذمت کی اور کچھ علماء تو اس حد تک بھی بڑھ گئے کہ ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کی بھی مذمت کر دی اور کہنے لگے: "یہ ہمارے اور ان کے درمیان اچھے تعلقات قائم کرنے میں رکاوٹ ہے اور ہمیں چاہیے کہ اپنے اختلافات مٹا کر ایک دوسرے کے قریب آجائیں"۔

ان سارے بیانات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کیا بنا؟ آخر اس کے حوالے سے بات کیوں نہیں کی گئی اور اس کو کیوں نہیں واضح کیا گیا؟ اگر آپ حق بات نہیں کر سکتے تو کم از کم خاموش رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"

"جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے"۔ (بخاری، مسلم)

آج یہ لوگ علم کی دستار پہن کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور ان کے افعال کی مذمت کر رہے ہیں کہ ایسا مت کرو۔ لوگوں نے بھی کیا کیا؟ گھروں سے احتجاج کے لئے نکلے اور ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔ حالانکہ یہ طریقہ محمد ﷺ کے پیروکاروں کے بجائے گاندھی کے پیروکاروں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں جنہوں نے فرمایا تھا:

"أَنَا نَبِيُّ الْمَرْحَمَةِ ، أَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ"

"میں رحمت کا نبی ہوں اور میں جنگ کا نبی ہوں۔" (بیہقی، ترمذی)

آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا:

"بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ حَتَّى يُعْبَدَ اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ"۔
"مجھے قیامت کے دن تک کے لئے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہاں تک کے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔"(مسند احمد)

اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ"
"مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔"(بخاری و مسلم)

ایک مرتبہ قریش کے لوگوں سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے کہا:

"جئتكم بذبح"
میں تمہارے پاس ذبح کا حکم لے کر آیا ہوں۔(مسند احمد)

ہم محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پیروکار اور امتی ہیں گاندھی کے نہیں! ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہم کس کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں معاملہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ہے۔ یہ ہمارے پیارے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی توہین کا معاملہ ہے۔

اس کے بعد بات حد سے بڑھ گئی، جب ایک سویڈش لارس ولز (Larce Wills) نے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خاکے بنائے، نعوذ باللہ یہ الفاظ منہ سے نکالنا بھی مشکل لگتا ہے۔ اس نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو ایک کتے کی شکل میں دکھایا۔(لعنۃ اللہ علیہ) اس پر یہ بدمعاش آکر ان لوگوں کے خلاف فتوے جاری کرتے ہیں جنہوں نے اس کو دھمکایا تھا! اس کفر کے خلاف آواز اُٹھانے اور لوگوں کے سامنے شرعی حکم رکھنے کے بجائے اگر زبان کھولی تو صرف مسلمانوں کی مذمت کے لئے! علم کے اس منصب کا تقاضا کہاں پورا ہو رہا ہے۔

اس کردار کا حق ادا کرنا چاہیے، حق کو صاف صاف کھول کر بیان کریں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علم کی یہ دستار اتار کر گھر بیٹھ جائیں۔ یہاں بات محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی توہین کی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا تھا جب تم دیکھو کہ

میں نے اس کا سر تھام لیا ہے تو اس پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دینا۔ یہ تھے محمد بن مسلمہؓ۔ آپ ﷺ پر جان نثاری کرنے والے۔ افسوس! آج ہم میں کوئی محمد بن مسلمہ نہیں! ہمیں اپنی جان، مال، اور ہر چیز سے آپ ﷺ کا دفاع کرنا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ ہم ان علماء کے بارے میں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو قاضی عیاض نے کہی تھی کہ: "ہو سکتا ہے یہ وہ علماء ہوں جن کا علم معتبر نہ ہو یا جن کے فتاویٰ قابل اعتماد نہ ہوں یا یہ وہ لوگ ہوں جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں"۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ اگر سیرت میں اس کے برعکس ہمیں کوئی واقعات ملتے ہیں تو اس لئے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے پاس آکر توبہ کر لی اور مسلمان ہو گئے تھے، اور اگر توبہ نہیں کی تھی تو ان کے لئے حکم شرعی یہی تھا۔

اور وہ کہتے ہیں: آپ ﷺ کو برا بھلا کہنا سب سے بڑا جرم ہے، اسی لئے اس کی سزا بھی دوسرے جرائم سے بڑھ کر ہے اور اگر ایسا کرنے والا حربی کافر ہو تو ہم پر آپ ﷺ کی نصرت کرنا واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا خون بہانا بہت افضل اعمال میں سے ہے اور ایک ایسا عمل ہے جس کا وجوب بہت زیادہ ہے۔ اس عمل میں جلدی کرنا چاہیے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ ترین صورتوں میں سے ایک ہے۔

یہ تھے ابن تیمیہؒ کے الفاظ! ہمارے حق گو علماء کے الفاظ۔

چند اعتراضات کا جائزہ

اب ہم چند اعتراضات کی بات کرتے ہیں جو اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ واقعہ ہے جب کچھ یہود رسول اللہ ﷺ کے پاس ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے السلام وعلیکم کے بجائے السام علیکم کہا جس کے معنی ہیں تم پر موت ہو۔ جب حضرت عائشہؓ نے ان کو برا بھلا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی پسند کرتا ہے۔ (بخاری)

لہٰذا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں توہینِ رسالت کرنے والوں سے اسی طرح نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ ابن تیمیہؒ اور قاضی عیاض نے یہاں بھی ہمیں خالی نہیں چھوڑا بلکہ اس اعتراض کا بھی جواب دیا ہے۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں: "یہ حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث اسلام کے اوائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے بعد شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرنا چاہیے"۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: "پہلی بات یہ کہ اس میں بالکل واضح طور پر آپ ﷺ کی توہین نہیں کی گئی تھی کیونکہ یہ ایسے الفاظ تھے جنہیں سب نہیں سمجھ سکتے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو معاف کر سکتے تھے۔ لیکن ہم نہیں کر سکتے۔

یہ آپ ﷺ کا حق ہے۔ ان کی مرضی ہے وہ معاف کریں یا نہ کریں، کیونکہ ان کی توہین کی گئی ہے، لیکن ہمیں معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مثلاً اگر کوئی مجھ سے پیسے چوری کرے اور آپ جا کر اسے معاف کر دیں۔۔۔ ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ کیسے اسے معاف کریں گے؟ میں کروں تو کروں، آپ کون ہوتے ہیں؟ اسی طرح یہ آپ ﷺ کا تو اختیار ہے کہ وہ معاف کر دیں لیکن ہمارے پاس نہیں۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم کسی کو معاف کرنے کے مجاز نہیں۔ جب لوگ ہمیں نقصان پہنچائیں تب تو ان سے درگزر کر سکتے ہیں، لیکن جب آپ ﷺ کو پہنچائیں تب نہیں۔

ایک اور اعتراض جو پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ کفار اللہ تعالیٰ کی توہین کرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بات کرتے ہوئے نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ یہ تو توہین رسالت سے بھی زیادہ بڑی بات ہے۔

اس پر ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: جب وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے کلمات کہتے ہیں ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توہین کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ اس پر سچے دل سے یقین کرتے ہیں۔ ان کی نیت توہین کی نہیں البتہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ان کی نیت مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی ہوتی ہے اور وہ اسلام کو نشانہ تضحیک بنانا چاہ رہے ہوتے ہیں، اسی لئے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔

خلاصہ کلام

پہلی بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی توہین سے آپ ﷺ کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ آپ ﷺ کے مرتبے میں کوئی فرق آتا ہے۔ آپ ﷺ تو سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ ان کا نام ہی محمد ﷺ ہے یعنی وہ جس کی تعریف کی جائے۔ دن کے ہر لمحے میں دنیا کے مختلف حصوں میں، مختلف اوقات میں کوئی نہ کوئی مینار ایسا ضرور ہوتا ہے جہاں أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ کی پکار بلند کی جارہی ہوتی ہے اور کوئی ایسا لمحہ نہیں ہوتا جب فرشتے صَلَّى اللّٰه عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نہ کہہ رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرمارہے ہوتے ہیں۔

''إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ''

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔''

دنیا کے ہر کونے میں مومنین آپ ﷺ پر درود بھیج رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ خبثاء آپ ﷺ کے بارے میں جو کچھ کہتے رہیں آپ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ہاں! لیکن ہمیں ضرور نقصان پہنچتا ہے، اگر ہم اسی طرح آپ ﷺ کی توہین ہوتے رہنے دیں تو ہمارے لئے یہ باعث گناہ ہو گا۔

فتح کی بشارت

دوسری بات: اگرچہ اس توہین سے ہمارے دل بہت مغموم ہو جاتے ہیں لیکن یہ اس بات کی نشانی ہے کہ کفار کی شکست اب قریب ہی ہے۔ ان شاءاللہ! کیونکہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: بہت سے قابل اعتماد، تجربہ کار اور فقہی علم رکھنے والے مسلمان شام کے شہروں اور قلعوں کے محاصرے کے تجربات بیان کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائیوں کا محاصرہ کیا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی قلعے یا شہر کو ایک مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک کے لئے گھیرے رکھتے اور ہمارے محاصرے سے ان کو کچھ فرق نہیں پڑ رہا ہوتا تھا، بس ہم ہمت ہار کر ہٹنے ہی والے ہوتے لیکن پھر جب اس جگہ کے لوگ آپ ﷺ کی توہین کرتے تو ایک دن کے اندر اندر قلعے فتح ہو جاتا تھا۔ اسی لئے جب کبھی ہم سنتے کہ وہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں تو ہم اسے فتح کی نوید سمجھتے۔ اگرچہ ہمارے دل نفرت سے بھرے ہوتے تھے لیکن ہم اسے بشارت کے طور پر لیتے تھے کہ یہ ہماری فتح کی نشانی ہے۔ سورہ کوثر کی آیت کا بھی یہی مطلب ہے:

"إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ"
"بے شک آپ کا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔"

توہین رسالت کے حوالے سے آج کا دور ہمارے تاریخ کا بدترین دور ہے۔ توہین رسالت کا یہ سلسلہ ڈنمارک کے ایک اخبار سے شروع ہوا اور پھر بہت سی حکومتوں اور اخبارات نے آزادی رائے کے نعرے کے تحت ان سے اظہار یکجہتی کیا۔ یوں تو خاکے ساری دنیا میں پھیل گئے۔ اس کے بعد سویڈن میں بننے والے خاکے جن کے اندر آپ ﷺ کو اس صورت میں دکھایا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر توہین آمیز کوئی چیز نہیں ہو سکتی! اس کے علاوہ اللہ کی کتاب کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے وہ ناقابل بیان ہے! اسے ٹوائلٹ پیپر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس پر نشانہ بازی کی مشق کی جاتی ہے۔۔ جو کچھ ہو رہا ہے اور

جس حد تک ہو رہا ہے، اگرچہ مسلمانوں کے دل اس پر رنجیدہ ہوتے ہیں، لیکن یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ ان کفار کا انجام نزدیک ہے۔

آخری بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! جو ہمیں بحیثیت اُمت، بحیثیت مسلمان یاد رہے کہ چھٹی صلیبی جنگ کے دوران جب صلیبیوں نے مصر کے شہر دمیاط پر ۶۱۵ء میں حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا اس وقت ایوبی امیر محمد کامل، منصورہ میں ان سے جنگ کر رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صلیبیوں میں سے ایک شخص تھا جو روزانہ باہر نکلتا اور رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔ مسلمانوں کے امیر محمد کامل کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اس پر قابو پا کر اسے ختم کر دے، انہوں نے اس کا چہرہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔

دس سال بعد صلیبی ہار کر لوٹ گئے لیکن وہ شخص مزید جنگ کے لئے شام کی طرف چلا گیا، جہاں الحمد للہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ امیر محمد کامل کو دس سال بعد بھی وہ شخص یاد تھا۔ انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا اور وہاں کے امیر کو حکم دیا کہ اس کو آپ ﷺ کی قبر کے سامنے جمعہ کے دن ذبح کیا جائے۔ دس سال تک انہوں نے اس شاتم رسول کو اپنے ہدف پر رکھا ہوا تھا۔

میرے بھائیو اور بہنو! ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان ایسے مرد و خواتین پیدا کرے جن کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ"۔

"وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ (سورہ المائدہ: ۵۴)

ایسے لوگ جو کفار کو یہ باور کرا سکیں کہ آپ ﷺ کی توہین کر کے دراصل انہوں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور یہ غبار اب کبھی نہیں چھٹے گا!!! باذن اللہ۔

اخوانکم فی الاسلام

https://bab-ul-islam.net/forumdisplay.php?f=101

باب الاسلام فورم کے روابط

http://bab-ul-islam.net

https://bab-ul-islam.net

http://203.211.136.84/~babislam

اہم نوٹ:

باب الاسلام فورم کو https:// کے ساتھ استعمال کریں